

## صبرا و شاتيلا قتل عام

یسوسیں صدی کے طلوعِ آفتاب تک، فلسطین میں یہودی موجودگی معمولی تھی: زرعی کبوتریم کی بکھراو، چند شہری برادریاں، اور عبرانی کی تجدید جو زیادہ تر عبادات اور علم تک محدود تھی۔ منظر نامہ 1933ء کے ہوا را (ٹرانسف) معاهدے اور 1938ء کی ایوان کانفرنس سے بدلا شروع ہوا، جنہوں نے۔ بہت مختلف طریقوں سے۔ نازی کنٹرول یورپ سے یہودی ہجرت کو آسان بنایا۔ چند سالوں میں، ہجرت نے فلسطین میں یہودی آبادی کو کتنی گناہ بڑھا دیا، آبادیاتی توازن اور سرزین کے سیاسی افق کو تبدیل کر دیا۔

1917ء کی بالفور اعلانیہ، جو بعد میں برطانوی منڈیٹ کی شقوق میں شامل ہوا، فلسطین میں ”عبرانی قوم“ کے لیے قومی گھر قائم کرنے کی حمایت کا وعدہ کیا، جبکہ۔ حاسم طور پر یہ طے کیا کہ ”موجودہ غیر یہودی برادریوں کے شہری اور مذہبی حقوق کو نقصان پہنچانے والا کوئی کام نہ کیا جائے۔“ تاہم، صہیونی تحریک کے ابتدائی دنوں سے، اس کی قیادت نے فتح اور \*نوآبادی\*\* کو ریاست کی طرف ضروری مراحل قرار دیا تھا۔ تھیوڈور ہرزل، خیم و انزین، اور بعد میں ڈیوڈ بن گوریون جیسے مفکرین نے فلسطین میں یہودی ریاست ہونی چاہیے یا نہیں، کا بحث نہ کیا، بلکہ اسے پہلے سے آباد زین میں محفوظ اور وسعت دینے کا طریقہ بحث کیا۔

مقامی آبادی۔ مسلمان، عیسائی اور یہودی ایک جیسے۔ کے لیے، نوآبادی منڈیٹ کے تحت بڑے پیمانے پر ہجرت کی نوید نے تشویش اور مراحمت دونوں کو جنم دیا۔ 1930ء کی دہائی کے آخر کے عرب بغاوٹیں اس خوف کو ظاہر کرتی تھیں کہ یورپی مظالم سے پناہ کے طور پر پیش کیا گیا کام، حقیقت میں، محرومی کا آلہ بن رہا تھا۔ عثمانی حکمرانی کے تحت متوازی برادریوں سے شروع ہونے والا عمل، برطانوی نگرانی کے تحت تنابع قومی منصوبوں میں تبدیل ہو رہا تھا۔

### نکبہ

نومبر 1947ء میں، اقوام متحدہ کا تقسیم پلان (قرارداد 181) نے زین کو دو ریاستوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا، فلسطین کے 56 فیصد کو یہودی آبادی کو تفویض کرتے ہوئے، جو اس وقت رہائشیوں کا تقریباً ایک تہائی تھی اور زین کا تقریباً 7 فیصد مالک تھی۔ فلسطینی عرب اکثریت کے لیے، یہ سمجھوتہ سے کم اور بین الاقوامی حکم سے منظور شدہ محرومی سے زیادہ لگتا تھا۔

جب برادریوں کے درمیان خانہ جنگی چھڑ گئی اور ب्रطانوی فوج واپس لوٹ گئی، تو صہیونی قوتیں اپنے تفویض شدہ علاقے کو محفوظ اور وسعت دینے کے لیے تیزی سے حرکت میں آئیں۔

1948ء تک، واقعات واپسی سے باہر تیز ہو گئے۔ صہیونی پیرالمٹری—خاص طور پر ارگون اور لمحی—نے عرب برادریوں اور ب्रطانوی انتظامیہ کے خلاف لڑی جانے والی مسلح جدو جہد، کھلی بغاوت میں پھیل گئی۔ ان کے بعد دھماکے اور قتل عام فلسطین سے کہیں دور پہنچ گئے؛ ایک حملہ توروم میں ب्रطانوی سفارت خانے کو بھی نشانہ بنایا۔ تھکے ہارے اور تشدید کو روکنے کی صلاحیت کم ہوتی جاتی، ب्रطانیہ نے اپنا منڈیٹ چھوڑ دیا، فلسطین کا ناقابل حل مستدل نئے قائم اقوام متحده کو سونپ دیا۔

نتیجہ نکبہ—"تباهی"—تھا، جس میں 700,000 سے زیادہ فلسطینی دھمکیوں اور تباہی کی منظم مہموں کے درمیان گھروں سے بے دخل یا بھاگ گئے۔ دیہاتی تباہ ہوئے، خاندان پڑوسی عرب ریاستوں میں بکھر گئے، اور قومی معاشرہ راتوں رات تقریباً ختم ہو گیا۔ اقوام متحده نے قرارداد 1948 (دسمبر 1948ء) کے ذریعے ان کی مصیبت تسلیم کی، مہاجرین کے واپسی یا معاوضے کے حق کی تصدیق کی۔ تاہم، یہ وعدہ کبھی نافذ نہ کیا گیا۔ اس کی عدم نفاذ نے اسرائیل کو نئی سرحدوں کو مسحکم کرنے اور عرب میزان ممالک کو مہاجرین کی موجودگی کو عارضی۔ ایک عارضی حالت جو ساڑھے سات ہائیوں سے جاری ہے۔ سمجھنے کی اجازت دی۔

## فلسطینی Diaspora

1948ء کی تشدید نے بربادی اور جلاوطنی کا منظر چھوڑ دیا۔ لڑائی کے دوران 10,000 سے 15,000 فلسطینی مارے گئے جبکہ ہزاروں دیگر شہروں اور دیہاتوں کے گرنے پر ہونے والے قتل عام اور جبری بے دخلیوں میں زخمی ہوئے۔ معاصر تحقیق، بشمول مورخ ولید خالدی کی All That Remains میں تفصیلی دستاویزی، 400 سے زیادہ فلسطینی دیہاتوں کی تباہی کو ریکارڈ کرتی ہے، جن میں سے کچھ کو نقشے سے مکمل طور پر مٹا دیا گیا، ان کی ویرانیاں بعد میں نئے اسرائیلی آبادکاریوں یا یہودی نیشنل فنڈ کے لگائے گئے جنگلوں سے ڈھانپ دی گئیں تاکہ رہائش کے نشانات چھپائے جائیں۔

1949ء کے موسم گرامیک، مہاجرین کی آبادی تقریباً 750,000 ہو گئی، جن میں سے جنگ سے پہلے عرب آبادی 1.2 ملین تھی۔ خاندان لہروں میں بھاگے: پہلے ساحلی شہروں جیسے یافا، حیفا اور عکا سے؛ پھر گلی اور وسطیٰ ہبھاڑیوں سے جب صہیونی ملیشیا۔ جو جلد ہی اسرائیل ڈیفس فورسز (IDF) میں ضم ہو گئی۔ ڈالٹ پلان کے تحت پیش قدمی کر رہی تھیں، جو علاقوں کو خصمہ یا اسٹریجیک اہمیت کا قرار دے کر ان کی آبادی خالی کرنے کی اجازت دینے والا اسٹریجیک نقشہ تھا۔

پڑو سی مالک نے انسانی ریل نا برابر طریقے سے جذب کیا۔

- اردن نے سب سے بڑا حصہ لیا، تقریباً 350,000، جن میں سے بہت سے نے بعد میں اردنی شہریت حاصل کی۔
- غزہ، مصری انتظامیہ کے تحت، نے تقریباً 200,000 لیا، اس کی تنگ پٹی کو زین پر سب سے گنجان علاقوں میں سے ایک بنادیا۔
- لبنان نے تقریباً 100,000–120,000 لیا، جنہیں ٹیر، صیدون اور سیروت کے ارد گرد جلدی بنائے گئے کیمپوں میں رکھا گیا۔
- شام نے 80,000–90,000 قبول کیا، اور انہیں دمشق اور حلب کے ارد گرد دوبارہ آباد کیا۔ چھوٹی تعداد عراق اور مصر اصلی تک پہنچی، اگرچہ یہ مہاجرین اکثر استحکام اور کام کی تلاش میں دوبارہ منتقل ہو جاتے تھے۔

اقوام متحده نے 1949ء میں پالسٹائن رفیوجیز کے لیے اقوام متحده کی ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی (UNRWA) قائم کی تاک خوارک، رہائش اور تعلیم فراہم کی جائے۔ تاہم، ایجنسی کا یمنڈیٹ—جو واپسی کے انتظار میں عارضی انسانی اقدام کے طور پر متعین تھا—دائی limbo کا سہارا بن گیا۔ جبکہ قرارداد 1948ء نے مہاجرین کے واپسی کے حق کو تسلیم کیا، نہ تو بین الاقوامی برادری اور نہ ہی نیا اسرائیلی ریاست نے اس کی عمل درآمد کے لیے اقدامات کیے۔ عرب میزان ریاستیں، اسی قرارداد کا حوالہ دیتے ہوئے، شہریت دینے سے انکار کر دیا، اصرار کرتے ہوئے کہ یہ اسرائیل کی جلاوطنوں کی واپسی سے انکار کو جائز قرار دے گا۔ اس طرح، شروع سے ہی، 1948ء کے مہاجرین دو نفیوں کے درمیان پھنس گئے: واپسی کی نفی اور تعلق کی نفی۔

## لبنان میں فلسطینی مہاجرین

لبنان، فلسطین کا سب سے چھوٹا پڑو سی، اپنے سائز اور نازک سماجی ساخت کے مقابلے میں بہت بڑا بوجھ اٹھا رہا تھا۔ جب 1948ء میں پہلی لہریں اس کی جنوبی سرحد پار کیں، تو وہ تھکے تھکائے پہنچے، اکٹھیاں گدھوں پر، صرف اپنے گھروں کی چابیاں اور کھوئی ہوئی جائیدادوں کے دستاویزات لے کر۔ 1948ء اور 1949ء کے درمیان تقریباً 100,000 سے 120,000 فلسطینی لبنان میں داخل ہوئے۔ جنگ سے بیدا ہونے والی کل مہاجرین آبادی کا تقریباً چھٹا حصہ۔ نئی قائم اقوام متحده کی ریلیف ایجنسی (UNRWA) نے 1952ء تک ان میں سے 127,000 کو رجسٹر کیا، خاندانوں کو ٹیر، صیدون، طرابلس اور سیروت کے مضائقات کے قریب عارضی کیمپوں میں آباد کیا۔

لبنان کی مہمان نوازی اس کی اپنی مذہبی توازن—مارونی عیسائیوں، سنتی اور شیعہ مسلمانوں، اور دروزوں کے درمیان طاقت کا نازک تقسیم—اور یہ idespread خوف سے تشکیل دی گئی کہ دس ہزاروں زیادہ تر سنتی مہاجرین کو شہریت دینا اس توازن کو

بگاڑ دے گا۔ اردن کے برعکس، جس نے بعد میں بہت سے فلسطینیوں کو شہریت دی، لبنان نے انہیں بے وطن رکھا، بہائش تو دی مگر قومیت نہ دی۔ انہیں مہمان کا لیبل لگایا گیا، ایک اصطلاح جو عارضی تحفظ اور سیاسی اخراج دونوں کا اشارہ دیتی تھی۔

شروع میں، مہاجرین کچھ بھری جگہوں پر لگائے گئے خیموں میں رہتے تھے، UNRWA کے راشن اور ایر جنسی امداد پر منحصر۔ وقت کے ساتھ، خیمے زنک چھتوں والی جھونپڑیوں میں تبدیل ہوتے، اور بعد میں کنکریٹ کی جھونپڑیوں میں، مگر ان کی قانونی عارضی پن کوڈ شدہ رہی۔ قانون کے مطابق، فلسطینیوں کو جانیداد کا مالک بننے، ٹریڈ یونینز میں شمولیت یا ساٹھ ستر سے زیادہ پیشوں میں کام کرنے سے روک دیا گیا، بشمول طب، قانون اور انجینئرنگ۔ کیمپوں اور شہروں کے درمیان نقل و حرکت کے لیے اجازت نامے درکار تھے؛ تعلیم اور صحت کی سہولیات تک رسائی ہمیشہ کم فنڈ UNRWA نظام پر منحصر تھی۔

آخر کاربارہ سرکاری کیمپ بنے، صیدون کے قریب عین الحلوہ۔ اب لبنان کا سب سے بڑا۔ سے لے کریروت کی شاٹیلہ اور برج البراجنة تک۔ جلد ہی گنجانیت حیران کن کثافتوں تک پہنچ گئی: شاٹیلہ میں، 30,000 لوگ نصف منبع کلویٹر سے کم میں رہتے تھے۔ بنیادی ڈھانچہ معمولی تھا: سیورچ اور پانی کے نظام سڑرہے تھے؛ بھلی دن میں چند گھنٹوں کے لیے چمکتی تھی۔ تاہم، محرومی کی وجہ، کیمپ مزاحمت کے مقامات بھی بن گئے۔ اسکو لوں، کلینکوں اور سیاسی تنظیموں کے ساتھ جو واپسی کے حق میں لنگر انداز اجتماعی شناخت کو برقرار رکھتی تھیں۔

لبنانی حکام، سیاسی ڈھانچے کے بڑے حصے کی حمایت سے، اصرار کرتے تھے کہ فلسطینیوں کی موجودگی عارضی ہے۔ یہ اصرار صرف آبادیاتی نہیں بلکہ نظریاتی تھا: مہاجرین کو ضم کرنا، کہا جاتا تھا، ان کی وطن واپسی کے دعوے کو خود ہی تحلیل کر دے گا۔ نتیجتاً، لبنان میں فلسطینی جلاوطنی انسانی حالت اور سیاسی بیان دونوں بن گئی۔ عربی دنیا کی اس زخم کی مری گواہی جسے عرب دنیا نے کبھی قبل از وقت شفانا دینے کی قسم کھائی تھی۔

## واپسی کا حق

عقدوں تک، کیمپ نہ صرف جلاوطنی کی جغرافیہ تھیں بلکہ آہستہ جلنے والی اخلاقی ہنگامی صورتحال تھیں۔ تصور کریں نسلیں جو خیموں والی گلیوں میں بیساہوئیں جہاں آپ کے دادا دادی کا گھر صرف تکیے تلے رکھی چابی کی یاد میں موجود ہے۔ جہاں آپ کو، بار بار اور سرکاری طور پر، بتایا جاتا ہے کہ آپ کبھی تعلق نہیں رکھ سکتے۔ تیس سال سے زیادہ کے بعد جب واپسی کا حق کاغذی وعدہ رہا، اقوام متحده کی قراردادیں گو نجتی رہیں مگر نافذ نہ ہوئیں، اور میزان ریاستیں نقل مکانی کو عارضی انتظامی مستانہ سمجھتی رہیں، لبنان کے بہت سے فلسطینیوں کو ایک تاریک حساب کا سامنا کرنا پڑا: کوئی شہریت، محدود کام، محدود تعلیم، اور زمین یا وقار واپس

لینے کا کوئی قانونی راستہ نہیں۔ غربت صرف مادی نہیں تھی؛ وہ قانونی اور پالیسیوں سے بیدا اور تقویت شدہ حالت جو مستقل ہونے کو ناممکن بنا دیتی تھی۔

ایسی حالت کے کیسے شدت پسند بنانے کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ جب سفارتی علاج رک جائیں اور بین الاقوامی ادارے نفاذ فراہم کرنے میں ناکام ہو جائیں، تو عام لوگ اکثر اپنے ہاتھ پہنچنے والے آلات کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ پہلے منظم سیاست، اور پھر، کچھ کے لیے، مسلح مراحت۔ فلسطین لبریشن آرگناائزیشن (PLO) اور اس کے اجزائی گوریلا گروپوں کا ابھرنا اس محرومی کے پس منظر کے خلاف پڑھا جانا چاہیے۔ بہت سے مہاجرین کے لیے، ہتھیار اٹھانا کوئی تحریری نظریہ نہ تھا بلکہ روزمرہ لی ذلت کا ٹھوس جواب تھا: بنیادی شہری اور معاشی حقوق کی نقی، سرحدوں کا مہربند کرنا، اور گھر کی آہستہ آہستہ مٹانا۔ 1948ء میں دیہاتوں کو تباہ ہوتے اور پڑو سیوں کو جلاوطن ہوتے دیکھنے والی آبادی نے، پھر دیکھا کہ بین الاقوامی نظام ان کے حقوق کو تسلیم کرتا ہے مگر نافذ نہیں کرتا، تشدد توجہ، اثر اور۔ جیسا کہ المناک۔ تحفظ پیدا کرنے والا واحد زبان لگنے لگا۔

یہ انسانی منطق یہ بتاتی ہے کہ مسلح دھڑوں نے کیمپوں میں اور ان کے ارد گرد اڈے کیوں قائم کیے، وہاں سماجی خدمات کیوں منظم کیں، اور کیمپ وقت کے ساتھ کیوں ملٹری ائرڈ ہوتے۔ یہ اگلے نقصانات کو جائز نہیں ٹھہراتی۔ سرحد پار اسرائیلی سرحد پر لوریلا آپریشنز نے جوابی کارروائیوں کو دعوت دی جو زیادہ تر شہریوں پر پڑیں؛ اجتماعی سزا میں لبناںی خوف کو گہرا کر دیں اور سخت تر اقدامات کے لیے جواز فراہم کر دیں۔ خلاصہ یہ کہ طاقت کی طرف مائل ہونے نے ایک فیڈیک لوپ پیدا کی: بے وطنی اور ہاشیا پسندی نے مہاجرین کی آبادی کے حصوں کو ملی ٹنسی کی طرف دھکیلا؛ ملی ٹنسی نے فوجی جوابات اور سیاسی ڈی چینیزیشن کو جنم دیا؛ ان جوابات نے مہاجرین کی خارج حالت کو مضبوط کیا۔

اس طرح دیکھا جائے تو، 1982ء کا حملہ۔ اور صبرا و شاتیلہ میں جو قتل عام آگے آیا۔ کوئی خود بخود ٹوٹ پھوٹ نہ تھی بلکہ ناکام حقوق، کاٹے ہوئے علاج اور بڑھتے ہوئے انتقامی چکروں سے جڑی ہوئی زنجیر کا تباہ کن اختتام تھا۔ اخلاقی پچیدگی واضح ہے: وہ ریاست اور بین الاقوامی نظام جو کیمپوں کی limbo کی مگروہ مراحت جو تشدیکی شکل اختیار کرتی ہے، خاص طور پر جب شہریوں کو نشانہ بناتی ہے، نئی متاثرین پیدا کرتی ہے اور اخلاقی گہرائی کو وسیع کرتی ہے۔

## مراحت کا حق

بین الاقوامی قانون خود ان انتخابوں کو بعد میں جائز قرار دینے کے لیے کچھ بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جنیوا کی چو تھی کنو نشن اور 1977ء کے اضافی پروٹوکول I کے تحت، غیر ملکی قبضہ کے تحت رہنے والی آبادی کو اس قبضہ کے خلاف مزاحمت کا حق ہے۔ بعض حالات میں مسلح ذرائع سے شامل تاکہ ایسی مزاحمت شہریوں کو نشانہ بنانے کے خلاف پابندیوں کا احترام کرے۔ اقوام متحده کی جنرل اسمبلی نے 1960ء اور 1970ء کی دہائیوں میں بار بار اس اصول کی تصدیق کی، قراردادیں جاری کرتے ہوئے جو ”نوابادیاتی اور غیر ملکی سلطاط کے تحت لوگوں کی جدوجہد کی شرعیت“ کو تسلیم کرتی تھیں تاکہ خود ارادیت کا حق استعمال کیا جائے۔

یہ شقیں براہ راست قبضہ کے بجائے جلاوطنی میں رہنے والے فلسطینیوں پر آلا و ہوتی ہیں یا نہیں، بحث طلب ہے۔ ان کی زین اور گھر اسرائیلی ریاست کے کنٹرول میں رہے، مگر وہ خود پڑوسی علاقوں میں قید، واپسی سے محروم، اور مؤثر طور پر بے وطن تھے۔ بہت سے فلسطینی مفکرین اور قانون دانوں کے نزدیک، یہ جلاوطنی مزاحمت کے حق کو منسوخ نہ کرتی تھی؛ یہ صرف میدانِ جنگ کو منتقل کرتی تھی۔ ان کے خیال میں، مسلح مزاحمت کا حق ان لوگوں تک پھیلتا تھا جن کی قبضہ ان کے پچھے سرحدوں کے پار آتی تھی۔ جبری بے دخلی، ناکہ بندی، اور مہاجرین کیمپوں پر خود فوجی چھاؤں کے ذریعے۔

عمل میں، یہ قانونی دلائل زندہ حقیقت کو بہت کم تبدیل کرتے تھے: اسرائیل لبنانی سرزین سے تمام مسلح سرگرمی کو جاریت سمجھتا تھا، جبکہ لبنان مہاجرین کے جنگجوؤں کو مہمان اور ذمہ داری دونوں سمجھتا تھا۔ تیجہ ایک ریاست کے اندر ریاست تھی۔ جنوبی لبنان میں PLO کی نیم خود مختار موجودگی۔ جو کچھ فریقوں کی طرف سے برداشت کی جاتی تھی اور دوسروں کی طرف سے نفرت کی جاتی تھی۔ 1970ء کی دہائی کے آگے بڑھنے کے ساتھ، کمپ نہ صرف محرومی کے نشان بنے بلکہ ایک پھیلتے ہوئے علاقائی تنازع کے محاذا بھی بن گئے۔

## لبنان میں PLO

1960ء کی دہائی کے آخر تک، لبنان کے مہاجرین کمپ جلاوطنی میں فلسطینی قومی تحریک کا مرکز بن چکے تھے۔ 1967ء کی چھ دن کی جنگ اور اسرائیل کی مغربی کنارے اور غزہ کی قبضہ کے بعد، فلسطینی مزاحمتی گروپ عرب دنیا میں بکھر گئے، ان کی جو ردن، شام اور لبنان میں قیام ایک ٹرانس نیشنل جدوجہد کے نوڈل بن گئے۔

ستمبر 1970ء میں، اردنی بادشاہت نے کالا ستمبر کے نام سے مشہور خونزیز خانہ جنگی کے بعد PLO کو نکال دیا۔ ہزاروں جنگجو سرحد پار شمال کی طرف لبنان بھاگ گئے، جہاں کمپوں نے پناہ اور تیار بھرپیاں دونوں پیش کیں۔ یہ بہاؤ لبنان کے سیاسی

توازن کو تبدیل کر گیا۔ PLO نے متوازی انتظامیہ قائم کی۔ فلسطینی ریڈ کریسٹن سوسائٹی کے ذریعے اسکو لوں، ہسپتا لوں اور فلاخ و بہبود کے نظاموں کو چلاتے ہوئے، جبکہ فتح، پیپلز فرنٹ فارڈی لبریشن آف فلسطین (PFLP)، اور ڈیمو کریکٹ فرنٹ فارڈی لبریشن آف فلسطین (DFLP) جیسے مسلح بازوؤں کو منظم کرتے ہوئے۔

بہت سے مہاجرین کے لیے، PLO کی آمد با اختیار کی علامت تھی: 1948ء کے بعد پہلی بار، فلسطینی صرف امداد کے وصول کنندہ نہ تھے بلکہ اپنی قسمت کے ایجنسٹ تھے۔ تاہم، لبنان کے سیاسی ڈھانچے کے بڑے حصے کے لیے، یہ ریاست کے اندر ریاست گلّتی تھی۔ شمالی اسرائیل میں سرحد پار چھاپوں نے انتقامی ہوانی حملوں کو دعوت دی جو لبنانی شہریوں کو مارنے اور بنیادی ڈھانچے کو بتاہ کرنے والے تھے، جو جنگ کی میزبانی نہ کرنے والی برادریوں میں نفرت کو گہرا کر دیا۔

لبنانی ریاست اور PLO کے درمیان غیر مسٹحکم ہم آہنگی کو 1969ء کے قاہرہ معاهدے میں رسمی شکل دی گئی، جس میں مصر نے ثالثی کی۔ اس نے کیمپوں میں فلسطینیوں کو محدود خود مختاری اور اسرائیل کے خلاف مراجحت کے مقصد سے ہتھیار رکھنے کا حق دیا۔ لبنانی سرزین پر ایک بے مثال رعایت۔ ایک مدت کے لیے، یہ انتظام ایک نازک توازن برقرار رکھتا تھا: لبنان فلسطینی معاملے سے یکجہتی کا دعویٰ کر سکتا تھا جبکہ مہاجرین کی فلاخ و بہبود اور سلامتی کی ذمہ داری ڈال دیتا تھا۔

لیکن لبنان کی اپنی فرقہ وارانہ تناؤ بڑھنے کے ساتھ، انتظام بکھر گیا۔ PLO کی فوجی طاقت اور سیاسی اثر بڑھا، اسے لبنان کی 1975-1990ء کی خانہ جنگی میں باشناختا ہوا اور مسلم فریقوں سے جوڑ دیا، جبکہ دشمن رکھنے والی کیری یونیورسٹی ملیشیا، خاص طور پر فلاجھسٹ، فلسطینیوں کو دونوں آبادیاتی خطرہ اور غیر ملکی فوج سمجھنے لگی۔ فلاجھسٹ اور PLO سے وابستہ قوتوں کے درمیان یروت اور جنوب میں جھپڑیں پھوٹ پڑیں، محلات اور کیمپوں کو محاذوں میں تبدیل کر دیں۔

سرحد پار افراتقری دیکھتے ہوئے، اسرائیل نے لبنان کو نہ صرف سلامتی کی دھمکی بلکہ موقع سمجھنا شروع کر دیا۔ اسرائیلی قیادت نے PLO کو فوجی طور پر غیر مؤثر بنانے کی کوشش کی جبکہ مشترکہ دشمن رکھنے والی کیری یونیورسٹی ملیشیا کے ساتھ اتحادوں کو فروع دیا۔ 1970ء کی دہائی کے آخر سے، اسرائیل نے ساوتھ لبنان آرمی (SLA) اور فلاجھسٹ موومنٹ کے عناصر کو ہتھیار، تربیت اور لاجستیک سپورٹ فراہم کیا، مؤثر طور پر اپنی شمالی سرحد پر کسی فورس تعمیر کی۔

مارچ 1978ء میں، PLO کے حملے پر جو اسرائیلی ساحلی شاہراہ پر 38 شہریوں کو مار دیا، اسرائیل نے لیٹانی آپریشن شروع کیا، لیٹانی دریا تک حملہ آور ہوا اور ایک ہزار سے زیادہ لبنانی اور فلسطینی شہریوں کو مار ڈالا۔ اگرچہ آپریشن کو انسداد و ہشمت گردی کے اقدام کے طور پر جواز دیا گیا، اس کا بنیادی مقصد PLO کو شمال کی طرف دھکیلنا اور SLA کی گشت زد میں بفرزون قائم کرنا

تحا۔ اقوام متحدہ کی عارضی فورس ان لبنان (UNIFIL) کا جواب میں تعیناتی ہوئی، مگر اس کا یمنڈیٹ کمزور اور اس کی موجودگی زیادہ تر علامتی تھی۔

اگلے چند سالوں نے بڑھوتری کا چکر دیکھا: PLO کے حملے، اسرائیلی ہوائی حملے، انتقامی شیلنگ، اور دونوں فریقوں کی تدریجی جڑ پکڑ۔ 1981ء تک، اسرائیلی حکام نے سرحد پار فائز نگ سے سالانہ 200 سے زیادہ اسرائیلی ہلاکتوں کا دعویٰ کیا، جبکہ لبنانی شہر جواب میں باقاعدہ بمباری کا شکار ہوئے۔ اسی عرصے میں، ایریل شیروں، تب اسرائیلی وزیر دفاع، نے ایک وسیع تر منصوبہ سوچا—PLO کو فوجی طور پر کچلانا، لبنان سے نکالنا، اور بیروت میں دوستانتہ کیریں یعنی قیادت والا حکومت نصب کرنا۔

## 1982ء کا حملہ: گلیلیہ کے لیے امن آپریشن

6 جون 1982ء کو، اسرائیل نے کوڈ نیم گلیلیہ کے لیے امن آپریشن کے تحت لبنان پر بڑے چیمانے پر حملہ کیا۔ سرکاری طور پر، بیان کردہ مقصد محدود تھا: سرحد پار را کٹ فائز نگ روکنے کے لیے فلسطینی گوریلا قوتوں کو سرحد سے 40 کلومیٹر شمال کی طرف دھکیلنا۔ حقیقت میں، آپریشن کا دائرة دفاع محدود ایریل شیروں کی طرف سے بہت زیادہ جرات مندانہ طور پر کھینچا گیا اور وزیر اعظم یمنا حیم بیگن کی طرف سے منظور کیا گیا۔ غیر اعلانیہ مقاصد میں PLO کی فوجی اور سیاسی انفراسٹرکچر کی تباہی، اس کی قیادت کا لبنان سے نکالنا، اور بیروت میں بشیر جمایل، مارونی فلانجسٹ رہنماء کے تحت پرو اسرائیلی حکومت کی تنصیب شامل تھی۔

دھاوے کی چیمانے نے اس کی حقیقی نیت کو ظاہر کر دیا۔ تقریباً 60,000 اسرائیلی فوجی، 800 ٹینکوں، زرہ پوش بریکیڈوں اور ہوائی اسکوادرنوں کی مدد سے، سرحد ساحل، وسطی پہاڑیوں اور مشرقی بقاع وادی کے ساتھ ہم آہنگ دھاووں میں پار کی۔ حملہ UNIFIL پوزیشنوں اور لبنانی دیہاتوں کو جلدی ہی گھیر لیا، دنوں میں 40 کلومیٹر کی حد سے کہیں آگے بڑھ گیا۔ 8 جون تک، اسرائیلی قوتوں ٹاٹر اور صیدوں پر قبضہ کر چکی تھیں؛ 14 جون تک، بیروت خود گھیرے میں تھا۔ ایک شہر جس میں تقریباً ایک ملین شہری رہتے تھے، اب محاصرے میں۔

انسانی قیمت حیران کن تھی۔ لبنانی حکومت کے تخمینوں کے مطابق، جنگ کے ابتدائی مرحلے میں تقریباً 17,000–18,000 لوگ—غالب اکثریت شہری—مارے گئے، اور ہزاروں دیگر زخمی ہوئے۔ صیدوں اور مغربی بیروت کے پورے محلات مسلسل بمباری کے تحت چیٹے ہو گئے۔ میدان میں صحافی، بشمول روبرٹ فسک اور توماس فرائیدین، نے اپنے کلپٹک تباہی کی مناظر

یاں کیے: موم بیوں کی روشنی پر چلنے والے ہسپتال، گلیوں میں ڈھیر کیے گئے لاشیں، اور پانی کی تلاش میں سفید جھنڈے ہراتے بچے۔

## بیروت کا محاصرہ

جون کے آخر تک، PLO کے باقی ماندہ جنگجو—تقریباً 11,000—مغربی بیروت میں مسحکم تھے، زین، سمندر اور ہوا سے IDF سے گھرے ہوئے۔ محاصرہ تقریباً دس ہفتے چلا۔ اسرائیلی توپ خانہ اور ہوائی حملے گنجان آبادی والے علاقوں کو دن رات مار رہے تھے، بجلی، خوارک اور طبی سامان کاٹ رہے تھے۔ غزہ ہسپتال اور مکاسد جیسے ہسپتال مغلوب ہو گئے۔ ہلاکتوں کی تعداد روزانہ بڑھ رہی تھی۔ مغربی سفارت کاروں نے بمباری کو سٹالنگر اد کی ناکہ بندی سے تشییہ دی، نوٹ کرتے ہوئے کہ اسرائیل کی آگ کی طاقت ایک پھنسے ہوئے شہری آبادی کے خلاف "مکمل طور پر غیر مناسب" تھی۔

بین الاقوامی غم و غصہ بڑھ گیا۔ اقوام متحده کی سلامتی کو نسل نے قرارداد 508 میں حملے کی مذمت کی، فوری جنگ بندی کا مطالبہ کیا۔ امریکی ایچی ٹیک جیب نے جنگ بندی کے لیے بے رحم مذاکرات کیے۔ ہفتوں کی دباؤ کے بعد، 1982ء میں معاهدہ طے ہوا:

- PLO بیروت کو خالی کرے گا ملٹی نیشنل فورس (MNF) کی حفاظت میں جو امریکی، فرانسیسی اور اطالوی فوجوں پر مشتمل ہوگی۔
- اسرائیل اپنی پیش قدمی روک دے گا اور پچھے چھوڑے گئے شہریوں کی حفاظت کی ضمانت دے گا۔
- MNF منتقلی کی نگرانی اور انتقامات روکنے کے لیے عارضی طور پر رہے گا۔

21 اگست سے 1 ستمبر کے درمیان، تقریباً 14,400 PLO جنگجو اور ان کے خاندان بیروت سے تونس، شام اور دیگر عرب ریاستوں کے لیے روانہ ہوئے۔ بین الاقوامی نگرانی کے تحت ہونے والی اخلاع کو اس وقت سفارتی کامیابی قرار دیا گیا۔ محاصرے کا منظم خاتمہ جو لبنان کو آخر کار مسحکم کر سکتا تھا۔

لیکن امن خیالی ثابت ہوا۔ اسرائیل نے وعدہ کردہ بیروت کی حدود سے واپس نہ لیا؛ اس کی قوتیں شہر کے اردوگرد تیار رہیں۔ 14 ستمبر کو، صرف دنوں بعد جب آخری PLO قافلہ بندرگاہ سے روانہ ہوا، ایک بڑا دھماکہ مشرقی بیروت میں فلاجسٹ ہیڈ کو اڑکو پھاڑ دیا، صدر منتخب بشیر جمال کو مار ڈالا۔ اسرائیل کا مرکزی اتحادی اور شیروں کی جنگ بعد کی سیاسی ویژن کا

-قتل، جسے شامی سو شل نیشنل سٹ پارٹی کے رکن سے منسوب کیا گیا، اسرائیل کے منصوبوں کو توڑ دیا اور لبان کو دوبارہ افراطی میں ڈبو دیا۔ cornerstone

## صبرا و شاتیلہ قتل عام

جب اسرائیلی ٹینک مغربی بیروت میں 15 ستمبر 1982ء داخل ہوئے، تو صبرا محلہ اور ملحق شاتیلہ مہاجرین کیمپ اس علاقے میں تھے جسے انہوں نے جلدی سے سیل کر دیا تھا۔ یہ گنجان علاقے تھے، تخمینی 20,000–30,000 شہریوں کا گھر، زیادہ تر فلسطینی مہاجرین اور غریب لبنانی شیعہ خاندان۔ آخری PLO جنگجو دو ہفتے پہلے شہر چھوڑ چکے تھے۔ جو باقی رہا وہ غیر مسلح شہری تھے۔ مرد، عورتیں، بچے اور بڑے۔ جو یقین رکھتے تھے کہ وہ امریکہ اور اسرائیل کی ضمانت شدہ جنگ بندی کے تحفظ میں ہیں۔

بسیر جمایل، فلا نجسٹ رہنماء، کا قتل انتقام کا جواز فراہم کر دیا۔ 16 ستمبر کی دوپہر، وزیر دفاع ایریل شیروں اور چیف آف سٹاف رافائل ایتان نے فلا نجسٹ کمانڈرز، شمالی ہوبیکا، سے اسرائیلی دفاعی قوتوں کے فارورڈ کمانڈ پوسٹ پر بیروت امنٹری نیشنل ایئر پورٹ کے قریب ملاقات کی۔ فلا نجسٹ اسرائیل کے قریبی اتحادی کو کیمپوں میں داخل ہونے کی اجازت دی لئی "دہشت گرد باقیات کو جڑ سے اکھاڑنے" کے لیے۔ اسرائیلی افسران نے لا جسٹس کو مربوط کیا، ٹرانسپورٹ فراہم کی، اور علاقے کو فوج اور زرہ پوش گاڑیوں سے گھیر لیا۔ انہوں نے راتوں بھر روشنی کی مچھلیاں بھی فائر کیں تاکہ ملیشیا کی کارروائیوں کو آسان بنایا جائے۔

اندر داخل ہوتے ہی، فلا نجسٹ یونیٹ نے بے دریغ قتل عام شروع کر دیا۔ اگلے چالیس گھنٹوں میں، جمعرات کی شام سے لے کر ہفتہ کی صحیح تک، وہ گھر سے گھر گھومتے، پوری خاندانوں کو قتل کرتے، عورتوں پر حملہ کرتے، اور لاشوں کو بلڈوزر سے اجتماعی قبروں میں دھکلیتے۔ بہت سے متاثرین کو قریب سے گولی ماری گئی؛ دوسرے چھریوں یا ہاتھ کے بموں سے مارے گئے۔ زندہ بچ جانے والوں نے بعد میں لاشوں سے بھری سڑکیں اور ہوا کو بھرنے والی تعفن کی بویاں کی۔

قلعہ بندی کے دوران، اسرائیلی فوجی کو رڈو نز کو کیمپوں کے ارد گرد برقرار رکھا، داخلہ اور اخراج کے نقاط کو کنٹرول کرتے ہوئے۔ چند گھنٹوں میں ہی، ریڈیو کے ذریعے ظلم کی رپورٹس اسرائیلی کمانڈروں تک پہنچ گئیں۔ انٹر نیشنل ریڈ کراس کے مبصرین اور قریبی علاقوں کے صحافیوں نے بھی IDF افسروں کو اجتماعی قتل عام کی خبر دی۔ تاہم، فوج نے مداخلت نہ کی۔

قتل عام تقریباً دوپوری راتیں جاری رہا جب تک ملیشیا کو آخر کار 18 ستمبر کی صبح 8 بجے بین الاقوامی غم و غصہ اور براہ راست امریکی احتجاج کے بعد باہر نہ نکلا�ا گیا۔

## متاثرین اور شواہد

ہلاکتوں کی تعداد متنازع رہتی ہے مگر کسی بھی حساب میں خوفناک ہے۔

- انٹرنیشنل میشن آف دی ریڈ کراس نے کم از کم 1,500 لاشیں واپس کی رپورٹ دی، کل ہلاکتوں کی تعداد میں پہنچنے کی ممکنہ۔

• اقوام متحده کی جنرل اسمبلی کی تفتیش (1982) نے 2,750 سے 3,500 ہلاکوں کا تخمینہ لگایا۔

- اسرائیلی کاہن میشن نے 700-800 شناخت شدہ متاثرین کی تصدیق کی مگر تسلیم کیا کہ بہت سے اور ہلاک ہوئے۔

مردوں میں فلسطینی، لبنانی شیعہ، اور چند شامی۔ عملی طور پر سب شہری شامل تھے۔

## ذمہ داری اور شریک جرم

اگرچہ قتل عام فلا نجست ملیشیا نے کیا، اسرائیلی کمانڈ سٹر کچر کی شمولیت آپریشن کو ممکن بنانے میں ناقابل تردید تھی۔ اسرائیلی قوتوں نے:

- اجازت دی فلا نجستوں کو کیپوں میں داخل ہونے کی۔
- گھیر اعلاء، شہریوں کو بھاگنے سے روک دیا۔
- روشن کیا رات کا آسمان قاتلوں کی سہولت کے لیے۔
- رپورٹس حاصل کی اجتماعی قتل عام کی اور تقریباً دو دن تک کچھ نہ کیا۔

جب پہلے بین الاقوامی صحافی۔ بشمول روبرٹ فسک، اورین جینٹلز، اور جینٹلز لی سٹیونز 18 ستمبر کو شایلہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایک خواب وحشت پایا: لاشوں سے بھرے گلیوں، بلدوزر کی گڑھوں، بھرپور لاشوں، اور صدمے میں گھومنے والے زندہ بچ جانے والوں۔ تصاویر نے عالمی شعور کو جلا دیا اور اسرائیل کے "گلیلیہ کے لیے امن" کے دعوے کو توڑ دیا۔

## تحقیقات اور عالمی رد عمل

قتل عام نے فوری بین الاقوامی غم و غصہ پیدا کیا۔ اقوام متحده کی جنرل اسمبلی، قرارداد 123/37 (Desember 1982ء) میں، اسے "نسل کشی کا عمل" قرار دیا اور روکنے میں ناکامی پر اسرائیل کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ اسرائیل میں خود، عوامی غصہ پہلے نہ دیکھا گیا سطح تک پہنچ گیا: تقریباً 400,000 لوگ آبادی کا تقریباً دسوال حصہ۔ تل ابیب میں احتساب کا مطالبه کرتے ہوئے مارچ کر رہے تھے۔

عوامی دباؤ کے تحت، اسرائیلی حکومت نے 1983ء میں کاہن انکو اتری کمیشن قائم کیا۔ اس کے نتائج مذمتی تھے، اگرچہ احتیاط سے الفاظ چنے گئے۔ کمیشن نے فیصلہ کیا کہ:

- اسرائیل قتل عام کی "بالواسطہ ذمہ داری" اٹھاتا ہے۔
- ایریل شیروں "ذاتی طور پر ذمہ دار" تھا و اخی خبردار کرنے کے باوجود خونزیزی روکنے میں ناکام رہنے کے لیے۔
- دیگر سینٹر افسران، بشمول رافائل ایتان، "ذاتی قصور" اٹھاتے ہیں۔

شیروں کو دفاع مانٹری کے عہدے سے استعفی دینا پڑا، اگرچہ وہ کابینہ میں رہے اور دو دہائیوں بعد وزیر اعظم بن گئے۔ کوئی اسرائیلی یا فلا نجسٹ افسر کبھی قتل عام کے لیے مجرمانہ مقدمے کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ 2001ء میں، زندہ بچ جانے والوں نے شیروں اور دیگر کے خلاف بیل جیتم وار کرام کیس کے ذریعے انصاف طلب کیا، مگر کیس jurisdic 2003ء میں کیس کے بنیاد پر مسترد ہو گیا۔

ملٹی نیشنل فورس (MNF)۔ جس کی پچھلی واپسی نے کمپوں کو بے دفاع چھوڑ دیا تھا۔ ستمبر 1982ء کے آخر میں بیروت واپس آئی، مگر اس کی موجودگی پہلے ہی ہو چکے کام کو واپس نہ لاسکی۔ مہینوں میں، نتی تشدید پھوٹ پڑی: امریکی اور فرانسیسی فوجوں پر خودکش بم دھماکے، مغربی قوتوں کی واپسی، اور لبنان کا گھرے افراطی میں ڈوبنا۔ مغربی بیروت کی تباہیوں کے نیچے، صبرا و شاتیلہ کے زندہ بچ جانے والوں نے اپنے مردوں کو جلدی کھو دی گئی اجتماعی قبروں میں دفنایا اور طویل، غیر مرئی سوگ کا کام شروع کیا۔

لبنان میں، صبرا و شاتیلہ نے فرقہ وارانہ زخمیوں کو گھرا کر دیا۔ کیریں چن ملیشیا کے لیے، اس نے جرم اور انتقام کی میراث کو مضبوط کیا؛ شیعہ اور فلسطینی برادریوں کے لیے، یہ مصیبت اور نا انصافی کا اکٹھا ہونے والا نشان بن گیا۔ خانہ جنگی مزید آٹھ سال چلی، تقریباً 150,000 ہلاک چھوڑ دی، جب تک طائف معاهدہ (1989ء) نے آخر کار ایک نازک امن بحال نہ کر دیا۔ تاہم، مہاجرین اس معہدے کے قومی معہدے سے خارج رہے، اب بھی شہریت یا جانیداد کے حقوق کے بغیر، اب بھی ان کمپوں میں قید جوان کے والدین اور دادا دیوں کے گھر تھے۔

بین الاقوامی سطح پر، قتل عام نے سیاسی ارادے کی غیر موجودگی میں انسانی حقوق کے قانون کی حدود کو بے تقاب کر دیا۔ اقوام متحده کی قراردادیں، جنیوا کنو نشنز، اور ابھرتا ہوا "حافظت کی ذمہ داری" کا تصور سب نے ظلم روکنے کی ذمہ داریوں کا اعلان کیا، مگر کوئی بھی مؤثر نفاذ میں تبدیل نہ ہوا۔ 2000ء کی دہائی کے شروع میں بیلچیم وار کرام کیس نے ذمہ داری کے سوال کو مختصر آدوبارہ کھول دیا مگر آخر کار jurisdictional reform کے محدود ہو گیا۔ آج تک، کوئی عدالت صبرا و شاتیلہ کے قتل عام کا فیصلہ نہ کر سکی۔

ثقافتی طور پر، قتل عام زخم اور آئندہ دونوں کے طور پر قائم ہے۔ فلموں جیسے ایری فول مین کی والٹر وڈ بشیر (2008) اسرائیلی فوجیوں کی شریک جرم کی پریشان یادیں تلاش کرتی ہیں؛ ادبی کام جیسے الیاس خوری کی گیٹ آف دی سن اور روبرٹ فیک لی پٹی دی نیشن انسانی تباہی کو جھلسانے والی قربت سے دستاویزی کرتے ہیں۔ فلسطینیوں کے لیے، ہر ستمبر کی سالگرد کم یادگار اور زیادہ تسلسل کا رسم ہے۔ یاد ہانی کہ وہی بے وطنی جو 1982ء میں انہیں بے دفاع چھوڑ گئی، آج لبنان کے کمپوں اور قبضہ شدہ علاقوں بھر قائم ہے۔

چار ہائیوں بعد، صبرا و شاتیلہ تاریخی واقعہ سے زیادہ ہے؛ یہ اخلاقی نشان ہے۔ یہ انڑے شدہ نقل مکانی، نافذہ کی گئی وعدوں، نہ چیلنج شدہ بے جرمی کے نتائج سے مقابلہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ دلکھاتا ہے کہ جب ایک پوری قوم سے قانونی تعلق چھین لیا جائے، تو تشدید کوئی انحراف نہ بلکہ اپنا وقت منتظر ناگزیر بن جاتا ہے۔

قتل عام کے زندہ بچ جانے والے اب بوڑھے ہو گئے، ان کی یادیں تاریخی ریکارڈ میں دھنڈلی ہو رہی ہیں، مگر ان کی گواہی ایک وارنگ کے طور پر قائم ہے۔ کہ بے وطنوں کے حقوق دنیا کی ضمیر کی پیمائش ہیں۔ آخر میں، صبرا و شاتیلہ صرف قتل عام کی کہانی نہیں ہے؛ یہ بیسویں صدی کے اوہورے سوال کی کہانی ہے: تاریخ خود کو دہرانے سے پہلے انصاف کو کتنا ملتوی کیا جا سکتا ہے؟

## اختتام: جلا وطنی کی جغرافیہ

نکبہ اور صبرا و شاتیلہ الگ الگ لمیے نہیں بلکہ ایک تسلسل کے ابواب ہیں۔ ایک ایسی تاریخ جس میں طاقت نے انسانوں کو غیر مریٰ بنا دیا، اعلان شدہ مگر نافذہ کیے گئے قوانین، مسلح اور باری باری بھولی گئی یادیں۔ اس زنجیر کے ہر لمحے ہمیں یاددا تا ہے کہ ناقابلِ تسلیمِ مصیبت نئی شکلیں اور نئی زینوں پر خود کو دوبارہ بیدا کرتی ہے۔

انصاف کا وعدہ زیادہ تر زبانی رہا۔ تاہم، ان لوگوں کی استقامت جو یاد رکھتے ہیں۔ زندہ بچ جانے والے جواب بھی غائب گھروں لی چاہیا رکھتے ہیں، بچے جو مہاجرین کیمپوں میں بڑے ہو رہے ہیں اب بھی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک ایسی چیز کی گواہی دیتے ہیں جو ناقابلِ تباہی ہے: مٹانے کو حتیٰ فیصلہ بننے نہ دینے کی نفی۔

اگر اس تاریخ میں کوئی سبق ہے، تو یہ ہے کہ محرومی پر قائم کوئی سلامتی قائم نہ رہ سکتی، اور انصاف کو خارج کرنے والا کوئی امن قائم نہ رہ سکتا۔ جب تک جلاوطنوں کا وقار کے ساتھ رہنے کا حق چاہے واپسی ہو یا تسلیم شدہ تعلق۔ احترام نہ کیا جائے، جلاوطنی کی جغرافیہ پھیلتی رہے گی، اور صبرا و شاتیلہ کے بھوت ہم سب کے ساتھ چلیں گے۔

## حوالہ جات

- .Al-Hout, B. N. (2004). **Sabra and Shatila: September 1982**. London: Pluto Press •
- .Arens, M. (1982). Statements to the **Washington Post**, June 1982 •
- Brynen, R. (2022). **Palestinian Refugees in Lebanon**. Beirut: Institute for Palestine •  
Studies
- .Fisk, R. (1990). **Pity the Nation: Lebanon at War**. Oxford University Press •
- .Folman, A. (Director). (2008). **Waltz with Bashir** [Film]. Sony Pictures Classics •
- General Assembly of the United Nations. (1947). **Resolution 181 (II): Future •  
Government of Palestine**
- General Assembly of the United Nations. (1948). **Resolution 194 (III): Palestine - •  
Progress Report of the United Nations Mediator**
- General Assembly of the United Nations. (1982). **Resolution 37/123: The Situation in •  
.the Middle East**
- International Committee of the Red Cross (ICRC). (1982). **Field Reports on the •  
.Lebanon Conflict**. Geneva
- Israeli Government. (1983). **Report of the Commission of Inquiry into the Events at •  
.the Refugee Camps in Beirut (Kahan Commission)**. Jerusalem: State of Israel

- Khalidi, W. (1992). **All That Remains: The Palestinian Villages Occupied and Depopulated by Israel in 1948**. Institute for Palestine Studies
- .Khoury, E. (2006). **Gate of the Sun**. New York: Archipelago Books
- Peteet, J. (2005). **Landscape of Hope and Despair: Palestinian Refugee Camps**.
- .Philadelphia: University of Pennsylvania Press
- Security Council of the United Nations. (1982). **Resolutions 508 and 521 (1982): Ceasefire and Situation in Lebanon**
- .Shlaim, A. (2000). **The Iron Wall: Israel and the Arab World**. New York: W.W. Norton